قضاء بالقرآئن کا شرعی حکم

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد العلی اچکزئی

کسی بھی نظام عدل میں ''قانون شہادت،،کو وہی حیثیت حاصل ہوتی ہے جو انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کو، کیونکہ قانون شہادت ہی کی بنیاد پر دیوانی اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔فقہ میں شہادت کسی واقعہ کے بارے میں اپنے مشاہدے اور دید کے مطابق اخبار دینے کو کہتے ہیں نہ کہ ظن وتخمین کی بنیاد پر[۱]شہادت دراصل اللہ تعالی کی طرف سے بندے کے پاس ایک امانت ہے، یعنی یہ کہ اگر کسی شخص سے کسی واقعے کے بارے میں دریافت کیا جائے اور اپنے مشاہدے کے ذریعے وہ حقائق کو جانتا ہو، تو اس کا فرض ہے کہ اپنے علم ومشاہدے کے مطابق صحیح صحیح بات حاکم مجاز کی عدالت میں بیان کردے، ارشاد ربانی ہے:

ولا یاب الشھدآء اذا مادعوا[۲]

اور جب گواہوں کو(گواہی کے لیے)طلب کیا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیے،،

اسی آیت سے متصل دوسری آیت میں ارشاد ہے:

ولاتکتموا الشھادۃ ومن یکتمھافانہ اثم قلبہ واللہ بماتعملون علیم[۳]

''اور شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو شخص شہادت کو چھپاتا ہے، اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تعالی اس چیز سے بخوبی واقف ہے جو تم کرتے ہو،،

سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے:

یآیھاالذین امنوا کونوا قوامین للہ شھدآء بالقسط[۴]

''اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے میں مستعد رہو،،

مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل نکات مستفاد ہوتے ہیں:

۱۔پہلی بات یہ کہ شہادت اللہ تعالی کی طرف سے بندے کے پاس ایک امانت ہے جس کا ادا

کرنا ضروری ہے۔

۲۔دوسری یہ کہ شہادت کا چھپانا گناہ ہے۔

۳۔تیسری یہ کہ ادائے شہادت کے وقت پوری دیانتداری برتنی چاہیے۔

شہادت کی اقسام:

شہادت کی دو قسمیں ہیں (۱) قطعی شہادت (۲) ظنی شہادت

قطعی شہادت سے مراد وہ گواہی ہے جس میں قطعیت ہو،مثلاً زید نے دعوی کیا کہ اس نے وہ مکان (جو بکر کے قبضے میں ہے) بکر سے خرید لیا ہے،لیکن بکر اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اس نے مکان مذکورہ زید کے ہاتھ فروخت کیا تھا،زید نے اپنے دعوی کے ثبوت میں جو گواہ پیش کئے انہوں نے شہادت دی کہ بکر نے مکان مذکورہ زید کے ہاتھ فروخت کردیا تھا،لیکن انہوں نے قیمت نہیں بتلائی تو شہادت رد کردی جائے گی (کیونکہ اس شہادت میں قطعیت نہیں پائی جاتی) جیسا کہ المبسوط ہے:

واذاادعی رجل شراء دارفي يدرجل وشهدشاهدان وان لم يسمياالثمن والبائع ينكر ذلك فشهادتهماباطلة[۵]

ظنی شہادت سے مراد وہ شہادت ہے جو ظن کی بنیاد پر دی جائے،مثلاً کسی عورت کا شوہر لا پتہ ہو اور اس نے اپنی بیوی کو ایک عرصہ تک بغیر نان ونفقہ کے چھوڑ رکھا ہو،اس صورت میں اگر عورت اپنے شوہر کے غائب ہونے یا نان ونفقہ کے بغیر چھوڑ رکھنے کا دعوی عدالت میں دائر کرے اور گواہ پیش کرے،ظاہر ہے کہ گواہ حتمی اور قطعی طور پر مذکورہ بالا دعوی کی شہادت نہیں دے سکتا،تو حاکم کو چاہیے کہ عورت سے گواہوں کی ظنی شہادت پر حلف لے،اگر عورت حلف اٹھالے تو فیصلہ صادر کردے[۶] اس سے ثابت ہوا کہ قطعی شہادت کے نہ ہونے کی وجہ سے حاکم کے لیے ضروری ہے کہ ظنی شہادتوں کا تعمق نظر سے جائزہ لے اور اگر ان سے کوئی امر کسی حد تک قطعیت سے ثابت ہوجائے تو اس کی بنیاد پر فیصلہ صادر کرسکتا ہے۔

جس طرح ''شہادت،، کسی دعوے کی سچائی کے لیے ایک دلیل ہے،اسی طرح ''قرائن،، سے بھی کسی دعوے کا اثبات کیا جاسکتا ہے،ذیل میں قرائن کی تعریف ،اقسام اوران کی شرعی حیثیت پر بحث کی جائے گی۔

قرائن کی تعریف اور اقسام:۔قرائن قرینہ کی جمع ہے،جبکہ قرینہ کی تعریف یہ ہے:امر یشیر الی المطلوب یے''کسی مطلوبہ چیز کی طرف اشارہ کرنے والے امر کو قرینہ کہا جاتا ہے،،قرینہ کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

ھی کل امارۃظاھرۃتقارن شیئاخفیافتدل علیہ ،یفھم من ھذاالتعریف انہ لابدفی القرینۃ من امرین:

۱ .ان یوجدامر ظاھر معروف یصلح اساساللاعتمادعلیہ.

۲ .ان توجدصلۃمؤشرۃبین الامر الظاھر والامر الخفی.

وبمقدارقوۃھذہ الصلۃتنقسم القرائن قسمین :قرائن قویۃوقرائن ضعیفۃ وللفقھاء والقضاۃدورملحوظ فی استنباط نتائج معینۃمن القرائن ،ومن القرائن الفقھیۃ اعتبارالصالح للرجال من متاع البیت عنداختلاف الزوجین فی ملکیۃ ھوللرجل ،کالعمامۃ والسیف ومایصلح للنساء فقط کالحلی

ھوللمراۃبشھادۃالظاھر وملاحظۃالعرف والعادۃ[۸]

''ہرایسی ظاہری علامت جوکسی مخفی چیز کے ساتھ مقارن ہواوراس پردلالت کرتی ہو،اس تعریف سے معلوم ہوا کہ قرینہ کے لیے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

۱۔یہ کہ معروف امر ظاہر موجود ہو جواساس بن سکتا ہواوراس پراعتماد ہوسکتا ہو۔

۲۔امر ظاہر اور امر خفی کے درمیان علاقہ پایا جاتا ہو۔

اس علاقہ کی قوت کی بناء پر قرائن کی دو قسمیں ہیں،قرائن قویہ اور قرائن ضعیفہ۔فقہاء اور قضاۃ قرائن کوملحوظ رکھ کر مختلف نتائج مستنبط کرتے ہیں،فقہی قرائن میں سے ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ زوجین کے اختلاف کی صورت میں جوساز وسامان ظاہری شہادت اورعرف وعادت کی بنیاد پر مردوں سے میل کھاتا ہووہ خاوند کی ملکیت تصور ہوگا،جیسے عمامہ،تلواراور جوسامان عورتوں سے میل کھاتا ہووہ عورت کی ملکیت ہوگی،جیسے زیور۔

علامہ صالح بن غانم فرماتے ہیں کہ بعض قرائن غیر قطعی یا ظنی ہوتے ہیں۔اس طرح بعض قرائن شرعی قرائن کہلاتے ہیں کیونکہ شریعت نے انہیں معتبر قرار دیا ہوا ہوتا ہے،جبکہ بعض قرائن کو''قانونی

قرائن،، سے موسوم کیا جاتا ہے۔۹؎ اگر کوئی قرینہ قطعی ہو اور درجہ یقین کو پہنچتا ہو تو صرف وہی قرینہ عدالتی فیصلہ کے لیے کافی سمجھا جائے گا، مثلاً کوئی شخص ہاتھ میں خنجر لیے جو خون میں لت پت ہو گھر سے باہر آئے اور گھر میں دیکھا جائے تو مقتول پڑا ہو، اس قرینہ کی بنا پر اس شخص کو قاتل قرار دیا جائے گا۔ اگر قرینہ غیر قطعی ہو لیکن اس کے متعلق ظن غالب ہو، جیسے عرفی قرائن یا ایسے قرائن جو دعوی کے وقائع اور تصرفات سے مستنبط ہو تو ایسے قرائن مرجح اور مؤید تصور ہوں گے۔۱۰؎

قرائن کی اہمیت: مختلف قرائن کو دیکھ کر کسی معاملہ کا فیصلہ کرنا بھی اصول شریعت کا حصہ ہے، خواہ قرینہ اصل حجت یعنی گواہوں کے ساتھ موجود ہو یا اقرار کے ساتھ، یا حجت سرے سے ہی موجود نہ وہ اور قرینہ موجود ہو۔ چنانچہ قرینہ سماع دعوی کے مانع ہوتا ہے جیسے: مثلاً تنگدست فقیر نے کسی غنی مالدار کو قرضہ دینے کا دعوی کیا، بسا اوقات تہمت کی حالت موجود ہونے کی صورت میں گواہی کو یا اقرار کو رد بھی کر دیا جاتا ہے، مثلاً گواہ مدعی (مشہود لہ) کا قریبی رشتہ دار ہو یا اقرار مرض الموت میں کیا ہو۔ بسا اوقات قرینہ کو حجتیں متعارض ہونے کے وقت ترجیح دی جاتی ہے، بسا اوقات قرینہ کو ہی مستقل دلیل اور حجت تسلیم کر لیا جاتا ہے، جب کہ کوئی دوسری دلیل موجود نہ ہو۔۱۱؎

ابن قیم قرائن کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بینہ کا اطلاق ہر اس چیز پر ہو گا جو حق پر دلالت کرے اور اس کو واضح کرے جس کسی نے اس کو دو گواہوں، چار گواہوں یا ایک گواہ سے مخصوص کر دیا اس کے مفہوم کا پورا حق ادا نہیں کیا۔ قرآن پاک میں ہرگز یہ نہیں آیا کہ بینہ سے مراد دو گواہ ہیں، بینہ کا لفظ قرآن میں واحد اور جمع ہر صورت میں حجت، دلیل اور برہان کے معنوں میں وارد ہوا ہے اور اس طرح رسول اللہ ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: البینۃ علی المدعی۱۲؎ تو اس سے مراد دلیل، حجت، برہان، گواہ اور ہر وہ امر ہے جس سے مدعی اپنا دعوی ثابت کر سکے اور یہ مدعی کے ذمہ ہے تا کہ اس کے حق میں فیصلہ کیا جا سکے، دو گواہ بھی دراصل ثبوت دعوی کی ایک قسم ہے، یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ گواہوں کے علاوہ کوئی اور دلیل بھی بعض اوقات گواہوں کی شہادت سے زیادہ قوی ہو سکتی ہے، مثلاً وہ حالات وقرائن جن سے مدعی کی صداقت ثابت ہو، کیونکہ یہ قرائن شاہد کے بیان سے زیادہ قوی ہو سکتے ہیں،،۱۳؎

ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں:

فهذه المسالة الكبيرة، عظيمة النفع، جليلة القدر، ان اهملها الحاكم او الولى اضاع حقا كثيرا او اقام باطلا كبيرا، وان توسع وجعل معلوله عليها، دون الاوضاع الشريعة وقع فى انواع من الظلم و الفساد[۱۴]

''یہ سوال (قرائن اورعلامات سے استدلال کرتے ہوئے فیصلہ کرنا) بہت قدر واہمیت کا حامل ہے اور بڑا عظیم اور کثیر الفوائد بھی ہے، اگر جج یا حاکم ان قرائن وعلامات سے صرف نظر کرلے تو حق کثیر کو ضائع کردے گا اور باطل کی معاونت کا مرتکب ہوگا، اگر توسع کرتے ہوئے اپنا تمام تر انحصار قرائن (وقیافہ اور قیاس وفراست) پر رکھے اور انصاف کے شرعی اصولوں کو نظر انداز کردے تو ظلم وفساد کی گمراہیوں میں مبتلا ہوجائے گا،،

وہ مزید لکھتے ہیں:

''اگر ایک جج علامات وقرائن اور دلائل حال ومقال کا اس طرح فہم حاصل نہ کرے جس طرح وہ احکامات کے کلیات اصول وتفاصیل اور جزئیات کا فہم رکھتا ہے تو وہ حقداروں کے حقوق کو ضائع کرے گا اور اس قسم کے غلط فیصلہ کرے گا جن کی غلطی عوام تک پر ظاہر ہوگی،،[۱۵]

قرائن اور دلائل احوال کے ذریعے فیصلے پر حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے سے استدلال کیا جاتا ہے، جس کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وجآء واعلى قميصه بدم كذب قال بل سولت لكم انفسكم امرا۔[۱۶]

''اور یوسف کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلودہ کرلائے تھے، باپ نے کہا یوں نہیں، بلکہ تم نے اپنے دل ہی سے ایک بات بنالی ہے،،

آگے مزید ارشاد ہے:

وشهد شاهد من اهلها ان كان قميصه قد من قبل فصدقت وهو من الكذبين ٥ وان كان قميصه قد من دبر فكذبت وهو من الصدقين ٥[۱۷]

''اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے، اگر ہے اس کا کرتہ پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا، اور اگر ہے کرتہ اس کا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ ہے سچا،،۔

پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ برادران یوسف علیہ السلام جب حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ پر خون لگا کر لائے اور اپنے والد سے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا اور اپنی بات کی تصدیق کے لئے

☆الاتعلم ان فى الناس من فقد عقله 'او صحته' او هو محبوس او مشلول او مبتلى. ☆

بطور سند خون آلود کرتہ پیش کیا، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اندازہ لگالیا کہ یوسف کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا، اوراس نے کرتہ کے صحیح سالم ہونے سے برادران یوسف علیہ السلام کے جھوٹ پر استدلال کیا۔

☆ آخری دو آیتوں میں ارشاد ہے کہ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کے ساتھ بدکاری کاالزام لگایا تو اس موقع پر ایک شاہد نے (جومشہور روایت کے مطابق ایک شیر خوار بچہ تھا) یہ شہادت دی کہ اگر یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے تو یوسف علیہ السلام سچے ہیں، گو اس شاہد نے کرتے کے پیچھے پھٹنے کو اس کی علامت قرار دیا کہ یوسف علیہ السلام بھاگ رہے تھے زلیخا پکڑ رہی تھی، اس لئے یوسف علیہ السلام معصوم ہیں اور زلیخا مجرم ہے۔
مذکورہ آیات سے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ قاضی یا حاکم کو فریقین کے دعوے اور دلائل کے ساتھ علامات اور قرآئن کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے، اگرچہ محض علامات وقرائن کو کافی ثبوت کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، جیسا کہ

علامہ جصاص لکھتے ہیں:

وهذا يدل على ان الحكم بما يظهر من العلامة في مثله في التكذيب او التصديق جائز لانه عليه السلام قطع بان الذئب لم يا كله بظهور علامة كذبهم[۱۸]

’’یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس جیسی صورت حال میں ظاہری نشان اور علامت کو دیکھ کر تصدیق یا تکذیب کا حکم لگانا جائز ہے، اس لئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو قطعی طور پر یقین ہوگیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا ہے، اس لئے کہ بیٹوں کی کذب بیانی کی علامت واضح طور پر ظاہر ہو چکی تھی،،۔

الکیاسی الھراسی لکھتے ہیں:

ومن الناس من يحتج بذلک في حكم بالعلامة في اللقطة وكثير من المواضع.[۱۹]

’’اور بعض لوگ لقطہ (گری پڑی چیز) اور دیگر بہت سی جگہوں پر علامات کی بنیاد پر حکم دینے میں اس سے استدلال کرتے ہیں،،۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

استدل الفقهاء بهذه الآيةفي اعمال الامارات في مسائل من الفقه كالقسامه وغيرها،واجمعوا على ان يعقوب عليه السلام استدل على كذبهم بصحة القميص ،وهكذا يجب على الناظر ان يلحظ الامارات والعلامات اذا تعارضت،فماترجح منهاقضى بجانب الترجيح.[20]

''اس آیت سے فقہاء نے فقہ کے مسائل مثلا:قسامت وغیرہ میں علامات پر استدلال کیا ہے،(قسامت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی آبادی ومحلّہ یا اس کے قریب میں کوئی مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو اس آبادی یا محلّہ کے باشندوں میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے کہ ہم نے نہ اس کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کا ہمیں علم ہے)[21] اور وہ اس پر متفق ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے قمیص کے درست ہونے پر اپنے بیٹوں کے جھوٹ بولنے پر استدلال کیا تھا،اسی طرح دیکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ تضاد واقع ہونے پر علامات کو ملحوظ نظر رکھے،پس جس جانب ترجیح پائے اسی جانب فیصلہ کرے''۔

قرائن اور دلائل کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی مثالیں سنت نبوی سے بھی دی جاسکتی ہے،مثلا:

دارقطنی اور بعض دیگر محدثین حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے سفر خیبر کا ارادہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوکر عرض کی کہ میں خیبر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں،آپ ﷺ نے فرمایا:

فاذااتيت وكيلي فخذ منه خمسةعشر وسقا،فاذاطلب آيةفضع يدك على ترقوته[22]

''جب تم میرے وکیل کے پاس پہنچو تو اس سے پندرہ وسق لے لینا اور اگر وہ کوئی نشانی طلب کرے تو اپنا ہاتھ اس کی ہنسلی کی ہڈی پر رکھ دینا''

یہ نشانی طالب کو کوئی چیز حوالے کردینے میں اعتماد کے لیے کافی ہے اور شاہد کے قائم مقام ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے راہگیر کو اجازت دی ہے کہ اگر وہ کسی شخص کے پھلدار درختوں کے پاس سے گزرے تو اس کا پھل کھاسکتا ہے،لیکن اٹھا کر ساتھ نہ لے جائے ،درآنحالیکہ ان درختوں کے گرد کوئی دیوار نہ ہو اور نہ ہی کوئی نگہباں۔یہ صورت حال کا قرینہ ہے جو راہ گیر کے لیے غیر کا پھل

کھالینے کی اجازت کے قائم مقام ہے۔۲۳

قرائن کے ذریعہ فیصلہ کرنے کی مثال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جبکہ دوعورتوں نے ایک بچے کی ماں بننے کا دعوی کیا،اس سے بیشتر حضرت داؤدعلیہ السلام بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کرچکے تھے،تاہم جب وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: چھری لاؤ تاکہ ان دونوں کے درمیان اسے کاٹ کرتقسیم کردوں،بڑی عورت تواس پر رضامند ہوگئی مگر چھوٹی عورت نے کہا: اللہ آپ پررحم کرے،آپ ایسی بات نہ کیجئے یہ بچہ اسی کودے دیجئے ،یہ دیکھ کرآپ نے چھوٹی کے حق میں قرائن سے اندازہ لگا کر فیصلہ کردیا۔۲۴

اس روایت کونقل کرنے کے بعدابن قیم لکھتے ہیں:

''اس ظاہری قرینہ سے بڑھ کرکیاکوئی اورچیزہوسکتی ہے؟آپ نے بڑی دعوے دارعورت کی رضامندی سے یہ معلوم کرلیاکہ وہ اپنابچہ گم کردینے کے بعداپنے دل کواس طرح جھوٹااطمینان دیناچاہتی ہے کہ چھوٹی کابچہ ضائع کرواکے اسے بھی اپنے مقام پرلے آئے اورچھوٹی کی شفقت اوراس فیصلہ پراس کی عدم رضامندی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بچے کی حقیقی ماں ہے،اللہ تعالی نے ماں کے دل میں جوفطری شفقت ودیعت کی ہے اس کاتقاضایہ تھاکہ وہ یعنی اصل ماں اپنے دعوے سے دستبردارہوجائے۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس واضح اورقوی قرینے سے حق کوپہچان لیااوراس کے مطابق فیصلہ دے دیا،کیونکہ اگراقرارکسی ایسی عدالت کی بناپرہے جسے جج جانتاہےتووہ اس اقرارکوقابل اعتنا سمجھے گا،،۲۵

اسی طرح حضرت عمربن الخطابؓ اوردیگرصحابہؓ نے ایک دفعہ اس عورت کوسنگسارکرنے کاحکم دے دیاتھاجس کاحمل نمودارہوگیاتھااورنہ تواس کاکوئی شوہرتھااورنہ اس کاکوئی آقاتھا،چنانچہ ایسے مسئلے میں امام مالک اورامام احمدکاصحیح مسلک یہی ہے،کیونکہ اس میں زناکاری کاقرینہ بالکل واضح ہے۔۲۶

قرآن وحدیث کی مذکورہ بالاتصریحات کی روشنی میں فقہاء کرام نے بھی علامات وقرائن کومشروع قراردیاہے،جیساکہ امام علاؤالدین ابی الحسن بن خلیل الطرابلسی لکھتے ہیں:

ولاخلاف فی الحکم بها،وقدجاء العمل بهافی مسائل اتفق علیهاالطوائف الاربع من الفقهاء.۲۷

قرائن وشواہد کی بنا پر فیصلہ کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، متعدد مسائل میں قرائن پر عمل کرنے کی ایسی مثالیں موجود ہیں جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اتفاق ہے،،۔

اس کے بعد علامہ موصوف نے ۱۲۵ ایسے مسائل نقل کئے ہیں جن میں فقہاء نے قرائن پر فیصلہ کیا ہے مثلاً:

جوازوطء المراة اذا اهديت اليه ليلة الزفاف وان لم يشهدعنده عدلان من الرجال ان هذه فلانة بنت فلان التي عقدت عليهاوان لم يستنطق النساء ان هذه امراةاعتماد على القرينة الظاهرةالمنزلةمنزلة الشهادة،،.۲۸

''شادی کے موقع پر جوعورت مرد کے سپرد کی گئی ہواس کے ساتھ ہمبستری بالاتفاق جائز ہے اگرچہ دومردوں یاعورتوں نے گواہی یااطلاع نہ دی ہوکہ یہ وہی عورت ہے جس کے ساتھ نکاح ہواہے(اورمرد نے اس کوپہلے دیکھابھی نہ ہو)اس صورت میں قرینہ حال کوشہادت کادرجہ دیا گیاہے،،۔

امام جصاص نے سورۃ یوسف کی آیات مذکورہ بالاکی تفسیر میں بعض فقہاء کے ایسے اقوال نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتاہے کہ بعض خصومات میں علامات وقرائن کی مدد سے فیصلے کئے جاسکتے ہیں، مثلاً: وہ لکھتے ہیں:

وقال ابوحنيفه ومحمدفي متاع البيت اذا اختلف فيه الرجل والمراة ان مايكون للرجال فهوللرجال وماكان للنساء فهوللمراة وماكان للرجال والمراة فهوللرجل فحكموافيه بظاهرهيئة المتاع وقالوافي المستاجروالمؤاجراذا اختلفافي مصراع باب موضوع في الدارانه كان وفقالمصراع معلق في البناء فالقول قول رب الداروان لم يكن وفقاله فالقول قول المستاجروكذلک ان كان جذع مطروح في داروعليه نقوش وتصاويرموافقةلنقوش جذوع السقف ووفقالهافالقول قول رب الداروان كانت مخالفة لهافالقول قول المستاجر۲۹

''گھر کے سامان کے متعلق اگرمیاں بیوی میں اختلاف پیداہوجائے تواس صورت میں طرفین کے نزدیک گھرمیں مردانہ استعمال کی جوچیزیں ہوں گی وہ مردکومل جائیں گی اورزنانہ استعمال کی چیزیں عورت کودے دی جائیں گی لیکن جوچیزیں مشترک استعمال کی ہوں گی وہ مردکومل جائیں گی،اس

مسئلے میں ہمارے اصحاب نے گھریلوسامان کی ظاہری ہیئت کے مطابق فیصلہ دیا ہے،اگرمکان کرایہ پردینے والے اورکرایہ پرلینے والے کے درمیان گھرمیں رکھے ہوئے دروازے کے ایک پٹ کی ملکیت کے بارے میں اختلاف پیدا ہوجائے تو ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ اگردروازے کا یہ پٹ عمارت میں لگے ہوئے دروازے کے پٹ کے مطابق ہے تواس صورت میں گھرکے مالک کا قول قابل اعتبار ہوگااوراگراس کے مطابق نہ ہوتو پھرکرایہ لینے والے کاقول معتبر ہوگا،اسی طرح اگرچھت کی کوئی کڑی کسی مکان کے احاطے میں پڑی ہواوراس پرایسے نقوش اورتصاویرہوں جواس مکان میں لگی ہوئی کڑیوں کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں،نیزیہ کڑی ان کڑیوں کی طرح ہوتواختلاف کی صورت میں گھرکے مالک کاقول قابل اعتبار ہوگا،بصورت دیگرکرایہ پرمہینے والے کاقول معتبرہوگا،،۔

مذکورہ بالاعبارت سے قرائن کی اہمیت واضح ہوتی ہے،اس لئے حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے قرائن اورحالات کاپتہ چلائے جن سے مقدمہ کاصحیح فیصلہ کرنے کاراستہ واضح اورروشن ہوسکے،البتہ جمہورفقہاء کےنزدیک حدودوقصاص میں سوائے ’’قسامۃ،،کےصرف قرائن کی بنیاد پرحد جاری نہیں کی جاسکتی،۳۰ بلکہ حدکی بجائے تعزیری سزادیناہی زیادہ احوط ہے،کیونکہ دلیل قطعی یعنی گواہ،اقراروغیرہ نہ ہونے کی وجہ سےصرف قرائن کی بنیادپرفیصلہ کرنے میں شبہ موجود ہےاورقاعدہ یہ ہے کہ حدودشبہات سے ساقط ہوجاتی ہیں،جیساکہ ارشادنبوی ہے:

ادرو الحدود بالشبهات.۳۱

’’حدودکوشبہات سے ساقط کرو،،

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ اگرچہ غریب ہےلیکن ابن ابی شیبہ زہری سے روایت کرتے ہیں:

ادفعوا الحدود بکل شبهة۳۲ ’’حدودکوہرشبہ سے دفع کرو،،

لیکن مالکیہ اورحنابلہ میں بعض فقہاء حدودوقصاص کے مقدمات میں ایسے قرائن قاطعہ کوبھی غیرمعمولی حیثیت دیتے ہیں جن سے مجرم کی نشاندہی ہوتی ہو۔

بہرحال مقدمات کے فیصلوں میں علامات وقرائن کی اہمیت سے انکارنہیں کیا جاسکتا،اوراس جدیددورمیں پوسٹ مارٹم،خون ٹیسٹ،ڈی این اے ٹیسٹ،بالوں وہاتھوں کے نقوش،آڈیوویڈیواوردیگرجدیدآلات کے علاوہ علم القیافہ اورمقتول کے نزعی بیان کوقرائن کادرجہ حاصل ہے.ذیل میں ان قدیم وجدیدقرائن پرقدرےتفصیل سے بحث کی جاتی ہے۔

ا۔پوسٹ مارٹم (post martem):

پوسٹ مارٹم انگریزی زبان کاایک مرکب لفظ ہے،جس میں پوسٹ کے معنی ہیں After یعنی بعداور مارٹم کے معنی ہیں Death یعنی موت۔چنانچہ پورے لفظ کابامحاورہ ترجمہ بعدالموت یاموت کے بعدہوگا۔یہ اصطلاح طب جدیدمیں مردے کے ساتھ جوتحقیقی افعال برتے جاتے ہیں،اس کے لئے استعمال ہوتی ہے،موت کے بعدمندرجہ ذیل تحقیقی کام مردے پرہوتے ہیں۔

ا۔برائے تشریح:(Dissection)اس قسم کی پوسٹ مارٹم کی مددسے بدن کے افعال اورامراض کاسمجھناآسان ہوتاہے۔

۲۔برائے تحقیق(Research)اس کی مددسے غیرتشخیص شدہ امراض کی تشخیص ہوتی ہے۔

۳۔برائے تفتیش:(Mediolegal)یہ پوسٹ مارٹم غیرطبعی موت کے سلسلے میں موت کاوقت،اس کاسبب اوران دوسرے تفصیلات کومعلوم کرنے کے لئے کیاجاتاہے،جوقانون کومطلوب ہو۔

عوام عموماًاس تیسری قسم کے پوسٹ مارٹم سے واقف ہیں،یہ پوسٹ مارٹم ان مردوں کاہوتاہے جن کے بارے میں عدالتی تفتیش اورمقدمات کی کارروائی ہوتی ہے،اس قسم کی پوسٹ مارٹم کی افادیت میں درج ذیل چیزیں شامل ہے۔

مثلاًرپورٹ داخل ہوتی ہے کہ مریض طبعی موت مراہے،پوسٹ مارٹم معائینے میں گلے پرپھندے کانشان ملتاہے،جس کے رنگ وغیرہ سے وقت کاتعین بھی ہوسکتاہے،اس طرح بڑی غلط فہمی دورہوجاتی ہے۔بدن کے ظاہری تفصیلی معائینے کے دوران اگرکسی جگہ انجکشن کانشان مل جائے اورمریض کے علاج ومعالجہ کے لئے کوئی انجکشن نہ لگایاہوتوزہریلے انجکشن سے اس کی موت واقع ہونے کاپتہ لگایاجاسکتاہے،مثلاًرپورٹ میں لکھاہے کہ مریض نے کان پٹی پرپستول رکھ کرفائرکرکے خودکشی کی ہے،بدن کے ظاہری معائینے میں پتہ چلتاہے کہ کان پٹی پررکھ کریابالکل قریب سے جوفائرہوتواس کے ساتھ بارودی اثرسے جلدسیاہ ہوجاتی ہے،جبکہ دورکے فائرسے جگہ بالکل صاف ہوتی ہے۔اس طرح معلوم ہوجاتاہے کہ یہ خودکشی نہیں بلکہ دورسے فائرکرکے قتل کیاگیاہے۔یامثلاًبعض اوقات کسی بچے کی پیدائش ہوتے ہی اسے وراثت اورجائیدادکے جھگڑوں کی وجہ سے قتل کردیاجاتاہے،لیکن رپورٹ میں لکھاہوتاہے کہ بچہ مردہ پیداہواہے،اس صورت میں بچے

کے پھیپھڑے کا ٹکڑالیا جاتا ہے،اسے پانی میں ڈال دیتے ہیں،اگر پھیپھڑے کا ٹکڑا تیرنے لگے تو اس کا مطلب ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہوا تھا،بعد میں مرا ہے،لیکن اگر پھیپھڑے کا ٹکڑا نہ تیرنے لگے تو اس کا مطلب ہوگا کہ بچہ مردہ پیدا ہوا ہے،موت بعد میں واقع نہیں ہوئی ہے۔کیس داخل ہوتا ہے کہ آدمی طبعی موت مرا ہے، پیٹ چاک کر کے معدے کے اندر سے زہر برآمد ہوجاتا ہے جو موت کی اصل وجہ ہوتی ہے۔اس طرح پوسٹ مارٹم کے ذریعے پیچیدہ کیسوں کے راز معلوم ہوجاتے ہیں،جن میں بعض اوقات صرف گواہی صحیح فیصلہ تک نہیں پہنچا سکتی۔۳۳

رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت قائم المجمع الفقہ الاسلامی کے دسویں اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ مورخہ ۲۴ تا ۲۸ صفر ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۷ تا ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۷ء میں مذکورہ موضوع پر غوروخوض اور مباحثہ کیا گیا،المجمع الفقہ الاسلامی نے محسوس کیا کہ لاشوں کا پوسٹ مارٹم ایسی ضرورت ہے جس کی بناء پر پوسٹ مارٹم کی مصلحت انسانی لاش کی بے حرمتی کے مفسدہ پر فوقیت رکھتی ہے،چنانچہ مجلس کے ارکان نے اتفاق رائے سے طے کیا کہ مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت لاشوں کا پوسٹ مارٹم جائز ہے۔

۱۔تعزیراتی مقدمہ میں موت یا جرم کے اسباب کی دریافت قاضی کے لیے دشوار ہو اور پوسٹ مارٹم کے ذریعہ ہی اس کی دریافت ہوسکتی ہو۔

۲۔پوسٹ مارٹم کے متقاضی امراض کی دریافت مطلوب ہو،تاکہ اس کی روشنی میں ان امراض کے لئے مناسب علاج اور ضروری احتیاطی اقدامات کئے جاسکیں۔۳۴

۲۔امتحان خون: Blood test:خون کا تجزیہ:

خون کا تجزیہ اور امتحان بھی قتل کے مقدمات میں بطور شہادت کے مؤثر ہوسکتا ہے،اگر قاتل اور مقتول کے کپڑوں پر موجود خون کی ایک ہی جسم کا خون ہو(مقتول کے جسم کا)اور قاتل موقع پر پکڑا گیا ہو، نیز قاتل کے خلاف گواہ بھی ہوں تو ایسی صورت میں خون کی حیثیت قرینہ کی بن جائے گی۔اگر جائے واردات پر خون آلود آلہ قتل ہو اور بعد امتحان یہ ثابت ہو کہ آلہ قتل میں جو خون لگا ہوا ہے وہ مقتول ہی کا خون ہے،اس آلہ کا مالک بھی جائے واردات پر پکڑا جائے تو آلہ قتل میں لگے ہوئے خون کی حیثیت قرینہ کی ہوجائے گی اور آلہ قتل کے مالک کو مجرم قرار دیا جائے گا،بشرطیکہ دیگر امور اس میں مزاحم نہ ہوں۔بہرحال خون کے امتحان سے مندرجہ ذیل امور کا انکشاف ہوسکتا ہے:

۱۔کیا مقتول خون بہنے سے پہلے ہی مر چکا تھا؟

۲۔خون ورید کا ہے یا شریان کا،اس سے زخم کی نوعیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۳۔خون کسی دوسری قسم کے زخم کی وجہ سے تو نہیں نکلا ہے؟یعنی کتے کے کاٹنے یا سانپ ،بچھواور جونک کی وجہ سے۔

۴۔کہیں یہ خون نکسیر، بواسیر یا حیض کا تو نہیں ہے؟

۵۔یہ خون کسی جانور کا تو نہیں ہے؟۳۵(جاری ہے)

حواشی

۱۔ابن نجیم ،شیخ زین الدین ،بحرالرائق شرح کنزالدقائق ،مصر،دارالکتب العربیۃ الکبری ،۷:۵۵

۲۔البقرہ۲:۲۸۲ ۳۔البقرہ۲:۲۸۳ ۴۔المائدہ ۵:۸

۵۔السرخسی ،محمد بن احمد بن ابی سہیل ،المبسوط ،بیروت ،دارالمعرفۃ ،کتاب الشھادۃ ،باب الشھادۃ فی الشراء والبیع ،۶:۱۵۹

۶۔علاؤالدین ابی الحسن علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی ،معین الحکام ،مصر ،مکتبہ مصطفے البابی ،بارسوم ۱۹۷۳ء الباب الثامن عشر ،ص:۱۱۳

۷۔الجرجانی ،علی بن محمد بن سید الزین ،التعریفات ،لاہور ،مکتبہ رحمانیہ ،ص ۱۲۳۔

۸۔وہبۃ الزحیلی ،الفقہ الاسلامی وادلۃ ،دمشق ،دارالفکر، ۱۹۸۹ء القضاء بالقرائن ۶:۶۴۴، ۶۴۵

۹۔صالح بن غانم ،القرائن ،مکۃ ،داربلنسیۃ ،ص ۱۷،بحوالہ سہ ماہی فکرونظر ،اسلام آباد ،ادارہ تحقیقات اسلامی ،ج ۴۰،ش ۳،جنوری۔مارچ ۲۰۰۳ء

۱۰۔وھبۃ الزحیلی ،الفقہ الاسلامی وادلۃ ،دمشق ،دارالفکر ،۱۹۸۹ء ،۶:۶۴۵

۱۱۔ایضاص ۶۴۴

۱۲۔الترمذی ،،السنن الترمذی ،ابواب الاحکام ،باب ماجآء ان البینۃ علی المداعی ،والیمین علی المدعی علیہ

۱۳۔محمد بن ابی بکرابن القیم الجوزیۃ ،الطرق الحکمیۃ فی سیاسۃ الشرعیۃ ،بیروت دارالکتب العلمیۃ ،باراول ،۱۹۹۵ء ص:۱۰

۱۴۔ایضا،ص ۳ ۱۵۔ایضا،ص ۴

۱۶۔یوسف ،۱۲:۱۸ ۱۷۔یوسف ،۱۲:۲۶، ۲۷

۱۸۔جصاص ،حجۃ الاسلام ابی بکر احمد بن علی الرازی ،احکام القرآن ،لاہور ،سہیل اکیڈمی ،۱۹۹۱ء ،۳:۱۶۸، ۱۶۹

۱۹۔الھراسی ،عمادالدین بن محمد الکیا الھراسی ،احکام القرآن ،بیروت ،دارالکتب العلمیہ ،۲۰۰۱ء ،۲:۲۳۱

۲۰۔قرطبی ،ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری ،الجامع لاحکام القرآن ،قاہرہ ،دارالکاتب العربی ،۱۹۶۷ء ،۹:۱۵۰

☆البلاء یقرب بینک وبین اللہ ویعلمک الدعاء ویذھب عنک الکبر والعجب والفخر.☆

۲۱۔سید سابق ،فقہ السنۃ ،پشاور، دار الکتب ،۲: ۵۲۷
۲۲۔الدار قطنی علی بن محمد ،السنن ،لاہور، دار نشر الکتب الاسلامیہ، باب الوکالۃ ،۴: ۱۵۴
۲۳۔الطرق الحکمیۃ فی سیاسۃ الشرعیۃ ،ص ۱۶
۲۴۔بخاری ،محمد بن اسمعیل ،الجامع الصحیح ،کتاب احادیث الانبیاء ،باب ترجمۃ سلیمان علیہ السلام ،حدیث نمبر ۳۴۲۷ ،وایضا الجامع الصحیح للمسلم ،کتاب الاقضیۃ ،باب اختلاف المجتہدین ،حدیث نمبر ،۴۴۹۵۔
۲۵۔الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ ،ص ۴، ۵
۲۶۔ایضا ،ص: ۵، ۶ ۲۷۔معین الحکام ،الباب الحادی والخمسون ،ص: ۱۶۶
۲۸۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معین الحکام ،الباب الحادی والخمسون ،ص: ۱۶۶
۲۹۔جصاص ،احکام القرآن ،۳: ۱۷۱
۳۰۔وھبۃ الزحیلی ،الفقہ الاسلامی وادلتہ ،بحث القضاء بالقرائن ،۶: ۶۴۵
۳۱۔ابی یعلی ،احمد بن علی بن المثنی الموصلی ،المسند ،بیروت دار المامون للتراث ،۱۹۸۷ ،حدیث نمبر: ۶۶۱۸ ،۱۱: ۴۹۴ ۔والمناوی ،محمد عبد الرؤف ،فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للسیوطی ،حدیث نمبر: ۳۱۴ ،۱: ۲۲۷
۳۲۔ابن ابی شیبہ ،عبداللہ بن محمد ،المصنف ،کتاب الحدود ،باب فی درء الحدود بالشبہات ،حدیث نمبر: ۸۵۴۶ ،۹: ۵۶۷
۳۳۔ڈاکٹر فدا محمد ،پوسٹ مارٹم ،سہ ماہی المباحث الاسلامیہ ،بنوں ،جلد ۲ ،ش ۲ ،جون ۲۰۰۴ء تا ستمبر ۲۰۰۴ء، ص ۲۸۔۳۰
۳۴۔قاسمی ،مجاہد الاسلام (مرتب کنندہ) عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل ،کراچی ،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ،۱۴۲۲ھ ،ص ۱۸۳۔
۳۵۔سید محمد متین ہاشمی ،اسلام کا قانون شہادت ،لاہور ،دیال سنگھ لائبریری ،۱۹۹۸ء ،ص ۲۳۲ ،۲۳۳

رویتِ ہلال پر مراکشی عالم فلکیات کی تحقیقی کتاب

العزب الزلال فی معرفۃ رویۃ الھلال

اردو ترجمہ علامہ ظہیر احمد بھٹی .... ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ملنے کے پتے: مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی اور...... مکتبہ ضیاء القرآن اردو بازار کراچی

مکتبہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور...... مکتبہ زاہدیہ فیصل آباد

☆انت تحمل فی نفسک قناطیر النعم وکنوز الخیرات التی وھبک ایاھا.☆